محرکاتِ خطباتِ اقبال (تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ) (پس منظری مطالعہ)

محمد خرم یاسین

Muhammad Khuram Yasin

Ph.D Scholar, Department of Urdu,

Govt. College University, Faisalabad.

Abstract

Allama Muhammad Iqbal got fame in literature through his poetic work. He is also considered thinker and reformist of Muslims of Sub-Continent. But, comparitvely his seven addresses, known as "The Reconstruction of Religious Thought in Islam" are not given importance as they were demanded. These addresses have capacity to shape the religious Thought of Muslims keeping in view the needs of the modern times. This article throws light over the motivation and driving force for Dr. Allama Muhammad Iqbal behind these addresses.

ڈاکٹر علامہ محمد اقبال نے جس دور میں آنکھ کھولی وہ افریقہ وایشیا اور ایشیا میں بالخصوص برصغیر کے مسلمانوں کی ملی پستی کا دور تھا۔ انگریزی استعماریت اور صنعتی انقلاب کے ملے جلے اثرات نے ان کی وہ مذہبی بنیادیں ہلا کر رکھ دی تھیں جو کسی دور میں ان کی مادی وروحانی ترقی کا طرہ امتیاز رہی تھیں۔ اس پر مستزاد یہ کہ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بعد جب انگریز کے خلاف ٹیپو سلطان اور سید احمد شہید کی مسلح کاروائیاں ناکامی سے دوچار ہوئیں تو ان کی بچی کھچی ہمت بھی جاتی رہی تھی۔ انگریز کی غلامی نے مسلمانوں کو جہاں ان کے تابناک ماضی اور حالیہ ذلت وپستی کی وجوہ پر غور کرنے کی دعوت دی وہیں جدید تہذیب، ترقی یافتہ سامانِ حرب، تیز تر ذرائع نقل وحمل اور ذرائع ابلاغ جیسی اشیاء سے بھی خوب متاثر کیا۔ اس صورتِ حال میں ان کے لیے سب سے زیادہ باعثِ پریشانی امر ان کا وہ فکری انتشار تھا جو ایک جانب تو غلامی کے سائے تلے پنپ رہا تھا اور دوسری جانب انگریزی کلچر اسے ہوا دے رہا تھا۔ اسی سبب سے سماج میں عمل سے دوری اور نظریاتی بنیادوں کا کھوکھلا پن تیزی سے بڑھ رہا تھا۔

ایسی گھمبیر صورتِ حال میں اپنے قومی تشخص کی بحالی اور فکرِ نو کے حوالے سے برصغیر کے مسلمان مصلحین میں سر سید احمد خان، شبلی نعمانی، الطاف حسین حالی اور اقبال جیسے لوگ سامنے آئے جو ادبی حوالے سے بھی مضبوط بنیادوں پر کھڑے تھے۔ سر سید نے تعلیمی اور سیاسی میدان میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں لیکن وہ اسلام کی بنیادی نظریاتی اساس کے حوالے سے چند بنیادی فکری اغلاط کا شکار ہوئے تاہم انھوں نے اس سلسلے میں پہلی بوند کا کام کیا۔ اسی سلسلے میں دوسرا اہم نام علامہ محمد اقبال کی صورت میں سامنے آیا جو نہ صرف مسلمانوں کے لیے دردِ دل رکھتے تھے بلکہ ان کے مسائل کے حل کے لیے اسلامی فکر کی تشکیلِ نو کے بھی خواہاں تھے۔ علامہ محمد اقبال نے مسلمانوں کے روحانی مسائل سے نمٹنے، اللہ تعالیٰ سے ان کا مضبوط رابطہ استوار کرنے اور ان کی فکری نشاۃ الثانیہ کے لیے جو فکر و فلسفہ پیش کیا اس کی ایک صورت ان کی شاعری ہے اور دوسری سات انگریزی خطبات (The Reconstruction of Religious Thought in Islam) ہیں۔ ان کی شاعری کے مخاطب عوام تھے جبکہ خطبات کے مخاطبین خواص۔ خطبات کی کتاب کا پہلا ترجمہ سید نذیر نیازی نے کیا اور کتاب کے عنوان کو ترجمہ کرتے ہوئے ''تشکیل جدید الٰہیاتِ اسلامیہ'' کا نام دیا۔ علامہ محمد اقبال نے ''تشکیل جدید الٰہیاتِ اسلامیہ'' میں پہلے چھ اور بعد میں ایک اور خطبے کے اضافے کے ساتھ ان سات خطبات کو یکجا کیا جو ہندوستان اور لندن میں مختلف مقامات پر دیے گئے۔ ان خطبات کے موضوعات یہ تھے: ''علم اور مذہبی مشاہدہ/ تجربہ، مذہبی واردات کے انکشاف کی فلسفیانہ پرکھ، خدا کا تصور اور عبادت/ دعا کا مفہوم، انسانی خودی، اسکی آزادی اور لافانیت/ بقا، مسلم ثقافت کی روح، نظامِ اسلام میں حرکت کا اصول/ تصور، کیا مذہب کا امکان ہے؟''

خطبات کے اولین مترجم سید نذیر نیازی نے ان خطبات کی پس منظری فکر پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ یہ خطبات محض خطبات ہی نہیں بلکہ نئے فکر کی تشکیل، علم و عقل اور ایمانیات کے ملاپ کی صورت میں ایک علمی خزانہ ہیں:

> ''ان خطبات کا عنوان ''تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ (میں) ''تشکیل'' ایک نئے فکر کی تشکیل ہے۔ ''الٰہیات'' عقل اور ایمان کا وہ نقطۂ اتصال جس کی بناء علم پر ہے اور ''اسلام'' محسوس حقائق کی اس دنیا میں زندگی کا راستہ۔''(١)

پروفیسر سمیع اللہ قریشی نے خطباتِ اقبال کے پس منظر کے حوالے سے ''موضوعاتِ فکرِ اقبال'' میں جو نظریاتی محرک بیان کیا ہے اس کے مطابق مغربی علوم کا مشرقی علوم پر غلبہ حاصل کرنا، ابنِ خلدون کے بعد علم و تفکر کا میدان خالی رہ جانا، انیسویں صدی کے نئے علمی و ادبی رجحانات میں تبدیلیاں آنا، مسلمانوں کا محکوم ہونا اور اس کے نتیجے میں برصغیر میں اسلام کے حوالے سے قومیت پرستی کا رواج پروان چڑھنا شامل ہیں۔ فکرِ اقبال کا مآخذ بھی مسلمانوں کی محکومی اور علم دوری کا وہی المیہ تھا جس نے ان

کے فکرِ نو کی صلاحیت کو شل کر کے رکھ دیا تھا اور وہ اس گھمبیر صورتِ حال میں اجتہادی طور پر دین سے دور ہوتے جا رہے تھے۔ درحقیقت اس وقت کسی ایسے ہی مصلح کا منتظر تھا جو اس صورتِ حال میں بھی دین کی حقانیت کو ان لوگوں پر واضح کر سکے جن کی آنکھوں پر مغرب کی پٹی بندھ چکی تھی۔ اسی تناظر میں پروفیسر سمیع اللہ قریشی فکرِ اقبال کے پس منظر کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> ''مسلمانوں میں اپنی فکری میراث اور مذہبی روایات کو تنقیدی نظر سے دیکھنے کا رجحان بحیثیت ایک تحریک انیسویں صدی میں ہوا۔ رفتہ رفتہ مغربی علوم مشرق میں رواج پانے لگے اور مذہبی مسلمات کو تشکیک کی نظروں سے دیکھا جانے لگا۔ ۱۴۰۶ء کے بعد سے جب ابنِ خلدون نے وفات پائی ۱۸۳۰ء تک اسلامی دنیا علوم و فنون کی ہر شاخ میں فکرِ تازہ سے محروم رہی۔ انھیں درمیانی صدیوں میں تہذیبِ مغرب کی نمو ہوئی اور اس کے عالمگیر امکانات واضح ہوئے۔ انیسویں صدی کی ابتدا میں دنیائے اسلام میں جگہ جگہ ایسے مفکرین ابھرے جنھوں نے چاہا کہ اسلامی تہذیب کے علمی اور ثقافتی ورثے کی تشکیلِ نو کے سامان کیے جائیں۔'' (۲)

خطبات ہی کے پس منظری حوالے سے محمد طاہر فاروقی نے بھی علامہ محمد اقبال کے دل میں پڑھے لکھے مسلمان نوجوانوں کے راہِ دین سے ہٹ جانے اور دور چلے جانے کے حوالے سے خدشات ظاہر کیے ہیں۔ ان کے خیال میں وہ اس ساری صورتِ حال سے پریشان تھے اور یہی ان کی فکر کا محرک بھی بنا۔ ''سیرتِ اقبال'' میں اس حوالے سے علامہ محمد اقبال کا یہ بیان درج کیا ہے:

> ''میری آرزو ہے کہ میں اپنے ملک کے تعلیم یافتہ لوگوں پر دین کے اسرار منکشف کر جاؤں تاکہ وہ دین کے قریب آجائیں۔'' (۳)

خطبات کے محرکات کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اقبال زندگی کے اوائل سے ہی تصوف کی جانب مائل تھے۔ ان کی زندگی کے ادوار کا مطالعہ کیا جائے تو اس میں بہت کم وقفہ ایسا ملتا ہے جب وہ حقیقت کے بجائے مجاز کے قریب ہوئے۔ ان کے خطوط، تحاریر اور شاعری سے بھی اس بات کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ فلسفے کی تعلیم نے انھیں تصوف سے دور نہیں کیا بلکہ وہ ذہنی طور پر مغرب کی فکر اور سائنسی ترقی کے اثرات کے تحت مسلمانوں کے فکری زوال سے اور زیادہ خائف ہو گئے تھے۔ وہ اپنے ان خطبات کے ایک دہائی قبل سے بھی پہلے مغربی فلسفے اور اسلام کے حوالے سے غور و فکر کرتے رہے تھے اور اس حوالے سے اسلامی تعلیمات کو درست پایا تھا۔ یہ امر بھی ان کے خطبات کا ایک محرک ثابت ہوا۔ اسی حوالے سے الف۔ د۔ نسیم نے اقبال کے مورخہ ۳ دسمبر ۱۹۱۵ء کو خواجہ حسن نظامی کے نام تحریر کیے گئے ایک خط کا حوالہ بھی پیش کیا ہے جس میں اقبال لکھتے ہیں:

''میری نسبت آپ کو معلوم ہے میرا فطری اور آبائی میلان تصوف کی طرف ہے اور یورپ کا فلسفہ پڑھنے سے یہ میلان اور بھی تیز ہو گیا تھا کیوں کہ یورپی فلسفہ بحیثیت مجموعی وحدۃ الوجود کی طرف رخ کرتا ہے مگر قرآن میں تدبر کرنے اور تاریخ اسلام کا مطالعہ کرنے سے مجھے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا اور میں نے محض قرآن کی خاطر اپنے قدیم خیال کو ترک کر دیا اور اس مقصد کے لیے مجھے اپنے فطری اور آبائی رجحانات کے ساتھ ایک حد تک دماغی اور قلمی جہاد کرنا پڑا۔'' (۳ دسمبر ۱۹۱۵ء)۔'' (۴)

محمد عبدالسلام خاں نے ''افکارِ اقبال'' میں علامہ محمد اقبال کے اس اعتراف پر کہ وہ یورپ کے فلسفے سے جن فکری میلانات کی جانب مائل ہوئے تھے، سہو کر چکے تھے بیان رقم کیا ہے۔ ان کے نزدیک اقبال کی زندگی کا وہ عہد جس میں یہ خطبات تحریر ہوئے ۱۹۲۷ء سے ۱۹۳۰ء کا ہے۔ اس حوالے سے لکھتے ہیں:

''افکارِ اقبال پر یکجائی نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۱۲ء تک ان میں تغیر و تبدل برابر جاری رہا لیکن اس کے بعد اضافے ہوئے ہیں۔ وحدت وجود کے تصور میں فرق آیا ہے لیکن وہ ان کی فکر کا اہم گوشہ نہیں۔ خطبات کا عہد ۱۹۲۷ء سے ۱۹۳۰ء ان کی فکر کا عہد شباب ہے۔'' (۵)

البتہ ان خطبات کے محرکات پر غور کیا جائے تو اس کا تعلق ۳ دسمبر ۱۹۱۵ کو خواجہ حسن نظامی کے نام تحریر کیے گئے خط اور محمد عبدالسلام خاں کے فکرِ اقبال کے ۱۹۱۲ء تک کے تجزیے سے بھی قبل حیاتِ اقبال سے جڑا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ انھوں نے ۱۹۱۱ء میں آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے تیسرے روز اجلاس کے صدارتی خطبے میں کہا تھا کہ یورپ کا علمی سرمایہ مسلمانوں کا مرہونِ منت ہے۔ وہ یہاں سے بہت کچھ سیکھ کر گئے اور اسے یورپ میں پھیلایا۔ یعنی آج وہی اعلیٰ فکر کے حامل عالم مسلمان ہوتے تو انھیں غلامی اور ذلت کا یہ دن نہ دیکھنا پڑتا۔ یہی بات انھوں نے خطبات میں بھی کہی ہے۔ ان کے خطبے کا اقتباس ملاحظہ کیجیے:

''میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اسلام مغربی تہذیب کے تمام عمدہ اصولوں کا سرچشمہ ہے۔ پندرھویں صدی عیسوی میں جب سے کہ یورپ کی ترقی کا آغاز ہوا، یورپ میں علم کا چرچا مسلمانوں ہی کی یونیورسٹیوں سے ہوا تھا۔ ان یونیورسٹیوں میں مختلف ممالک یورپ کے طلبہ آ کر تعلیم حاصل کرتے اور پھر اپنے اپنے حلقوں میں علوم وفنون کی اشاعت کرتے تھے۔'' (۶)

سعید احمد اکبر آبادی نے ''خطباتِ اقبال پر ایک نظر'' میں اور سید نذیر نیازی نے بھی ان

خطبات کے حوالے سے فکرِ اقبال کا بنیادی مآخذ قرآنِ مجید کا مطالعہ قرار دیا ہے۔ اسی مطالعے نے انھیں اسلامی تعلیمات کے سمندر میں غوطہ زن ہو کر نئے ہیرے جواہرات تلاش کرنے کا موقع بھی دیا اور اسی نے ان کی فکر کو جلا بھی بخشی۔ البتہ خطبات اقبال کے پس منظر میں جہاں امتِ مسلمہ کے ڈوبتے بیڑے کو فکری جہات سے ہم آہنگ کرنے کی شعوری کوشش نظر آتی ہے وہیں خود اقبال کے شعوری ارتقا کا بھی پتہ چلتا ہے۔ وہ اسلام میں اجتہاد کے حوالے سے جن مسائل سے دوچار تھے اور ان کے جوابات جاننا چاہتے تھے، ان مسائل کا بیان ان کے فرزند ڈاکٹر جاوید اقبال کی کتاب ''زندہ رود'' میں بخوبی مل جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ان کے سید سلمان ندوی و دیگر علماء کو لکھے گئے خطوط سے بھی ان کی فکر میں وقتاً فوقتاً رونما ہونے والی تبدیلیوں کے اشارات موجود ہیں۔ گو کہ اقبال نے ان خطبات کو ضبطِ تحریر میں لانے کے بعد سیٹھ جمال کی دعوت پر انھیں پیش کیا تھا لیکن اس سے قبل وہ خطبات کے موضوعات پر غور و فکر کر چکے تھے۔ خطبات اقبال کے محرکات میں ایک ایسا محرک جس نے انھیں باقاعدہ تحریری طور پر خطبات پیش کرنے کی جانب مائل کیا وہ ایک کتاب Mohammadan Theories of Finance تھی۔

ایک اندازے کے مطابق یہ کتاب چودھری رحمت علی خان نے ١٩٢٢ء میں علامہ محمد اقبال کے لیے اپنے دوست راؤ علی محمد خان کے ہاتھ جو کتاب ارسال کی تھی۔ انھوں نے کتاب کے مآخذات کے حوالے سے پہلے صفحے پر ''الھدیہ، فقہ الاکبر امام اعظم، درۃ المختار، قدوری اور مسند امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ و برکاتہ'' تحریر کر دیا تھا۔ کتاب کا غائر نظری سے مطالعہ کرتے ہوئے جب علامہ اس نکتے پر پہنچے کہ اشعری اور حنفیوں کے نزدیک اجماع قرآن اور سنت کو منسوخ یا بالفاظِ دیگر اس کے بارے میں اجتہاد کر سکتے ہیں، تو وہ مضطرب ہو گئے۔ اس حوالے سے انھوں نے سید سلمان ندوی، مولانا ابوالکلام آزاد، مفتی حبیب الرحمٰن لدھیانوی، مولوی محمد امین لدھیانوی، مولوی سید طلحہ، مولانا اصغر علی روحی، مولانا غلام مرشد سے گفتگو کی اور خطوط کا سلسلہ جاری کیا۔ دین میں اجتہاد کے حوالے سے انھوں نے بہت سے سوالات مثلاً کیا خدا کو دیکھ سکنا ممکن ہے؟، اجماعِ امت نصِ قرآنی کو منسوخ کر سکتا ہے؟ اس سلسلے میں تخصیص یا تعمیم کے احکامات کیا ہوں گے؟ نبوت، وحی، وحی متلو و غیر متلو، متعہ، حضرتِ عمرؓ اور طلاق کے مسائل، زمان و مکان، امیرِ ریاست وغیرہ سے متعلق بہت سے سوالات اٹھائے۔ یہی سوالات انھیں ان کے دین میں اجتہاد کے مقالے کی جانب لے گئے جو بعد میں خطبات میں بھی شامل ہوا۔ اس حوالے سے ڈاکٹر زاہد منیر لکھتے ہیں:

> ''١٩٢٤ء میں امریکا سے شائع ہونے والی ایک کتاب Mohammadan Theory of Finance میں کہا گیا کہ اجماع، نصِ قرآنی کو منسوخ کر سکتا ہے۔ اقبال یہ کتاب پڑھ کر مضطرب ہو گئے۔ اس نکتے نے ان کی فکر کو اس انداز سے انگیخت کیا کہ ان کے فکر و خیال کی دنیا میں سوچ بچار کے ایک

طویل عملی کا آغاز ہوگیا۔ انھوں نے وقت کے علما سے اس موضوع پر مکالمہ کیا اور خدا اس سوال کا جواب تلاشنے لگے جس کا ثمر اسی سال ان کی تحریر ''اجتہاد فی الاسلام'' کی صورت میں سامنے آ گیا۔ یہی تحریر ہے جو بعد ازاں ان کے مشہور خطبات میں The Principle of Movement in the Structure of Islam کا روپ دھار کر شامل ہوئی۔'' (۷)

البتہ خطباتِ اقبال کے پس منظر میں محض یہ مالیات کی کتاب ہی شامل نہیں بلکہ سید سلمان ندوی کے نام اپنے ایک خط میں انھوں نے ضیا گوکالپ کی ان نظموں کا ذکر بھی کیا ہے جن سے انھوں نے اپنے خطبہ اجتہاد کے حوالے سے استفادہ کیا۔ یہ کتاب ۱۹۲۲ء میں شائع ہوئی تھی اور اپریل ۱۹۲۴ء کو اقبال کو موصول ہوئی۔

عبدالسلام ندوی نے ان خطبات کے پس منظری مطالعے کے حوالے ''اقبالِ کامل'' میں ایک اور اہم بات بیان کی ہے کہ مدراس میں یہ روایت چل نکلی تھی کہ ایک امریکن عیسائی کی مدد سے جامعہ مدراس کے طلبہ کے سامنے کوئی نہ کوئی ممتاز عیسائی فاضل مذہبِ عیسائیت اور حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کے احوال و آثار پر عالمانہ لیکچر دیتا تھا۔ اس روایت کو مدنظر رکھتے ہوئے مدارس کے مسلمانوں نے بھی یہ چاہا کہ اسلام پر خطبات کا آغاز کیا جائے۔ اسی سلسلے میں انجمن ''مسلم ایجوکیشنل ایسوسی ایشن آف سدرن انڈیا'' قائم کی گئی اور انگریزی مدارس کے مسلم طلبہ کے لیے ایسے ہی خطبات کا انتظام کیا گیا۔ اس کے مالی معاون سیٹھ محمد جمال تھے اور انھیں ہی درخواست پر پہلے سید سلمان ندوی اور پھر اقبال نے اپنے خطبات پیش کیے۔ اس حوالے سے عبدالسلام ندوی کا بیان ملاحظہ کیجیے:

> ''سیٹھ ایم جمال محمد صاحب نے اس کی مالی مصارف کی ذمہ داری اپنے سر لی اور لیکچر دینے کے لیے سب سے پہلے مولانا سید سلیمان ندوی کا انتخاب کیا جنھوں نے ۱۹۲۵ء میں سیرت نبوی ﷺ کے مختلف پہلوؤں پر مدراس کے انگریزی مدرسوں کے طالب علموں اور عام مسلمانوں کے سامنے لالی ہال مدراس میں آٹھ لیکچر دیئے جو خطباتِ مدراس کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔ اس کے بعد اس مقصد کے لیے ڈاکٹر صاحب کا انتخاب ہوا اور انھوں نے ۱۹۲۸ء میں انگریزی زبان میں اسلام پر ٦ (چھ) فلسفیانہ لیکچر دیے جو ''ریکنسٹر کشن آف ریلجن تھاٹ ان اسلام'' Reconstruction of Religious Thoughts in Islam کے نام سے ۱۹۳۰ء میں شائع ہوئے۔'' (۸)

پروفیسر عبدالجبار شاکر کے بیان کے مطابق بھی ان خطبات کا مسودہ ایک دم سے تیار نہیں ہوا

بلکہ اس کے لیے اقبال کو آٹھ سال کا عرصہ لگا؛ ظاہر ہے یہ عرصہ کچھ کم نہیں تھا۔ اس دوران اقبال کے مطالعے میں بہت سی مشرقی و مغربی کتب رہیں۔ چنانچہ ان کا اپنا پی ایچ۔ ڈی کا مقالہ بھی مابعدالطبیعات کے گرد گھومتا ہے اس لیے فکر و فلسفے اور طبیعات و مابعدالطبیعات کی کتب ان کے زیرِ مطالعہ رہنا کچھ ایسا مشکل دکھائی نہیں دیتا۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ فکرِ اقبال کے ارتقاء میں انیسویں صدی کی دوسری دہائی خصوصی اہمیت کی حامل ہے۔ اس میں انھوں نے اسلامی فکر و فلسفہ کے ساتھ ساتھ جدید عصری علوم کی کتب کا مطالعہ بھی کیا تھا۔ تشکیلِ جدید میں جہاں بہت سی اور کتب کا حوالہ موجود ہے، علامہ نے ان کے ہم عصر سائنسدانوں اور فلاسفہ کی کتب کا بھی عمیق نظری سے مطالعہ کیا تھا جن میں آئن اسٹائن کی معروف نظریہ اضافیت کے حوالے سے کتاب Relativity: The Special and the General Theory: A Popular Exposition" ایڈنگسٹن کی کتاب "Space, Time and Gravitation" ویلڈن کار کی کتاب General Principle of Relativity in Its Philosophical and Historical Aspect, جیسی کتب سامنے آئی تھیں۔ الیگزینڈر کی Space, Time and Deity وغیرہ بھی علامہ محمد اقبال کے مطالعے میں شامل رہیں۔ پروفیسر عبدالجبار شاکر کے مطابق:

> ''اقبال کے ذہن میں ان خطبات کا ہیولا ایک مدت سے تیار ہو رہا تھا۔ خطبات کی پیش کش کے دورانیے پر نگاہ ڈالیے تو معلوم ہوتا ہے کہ سات خطبات آٹھ سال میں تیار ہوئے۔''(۹)

فکرِ اقبال کے مآخذ کا جائزہ لیتے ہوئے پروفیسر ڈاکٹر ایوب صابر نے ''گفتارِ اقبال'' کے حوالے سے ''اقبال کے فہمِ اسلام پر اعتراضات: ایک مطالعہ'' میں جن عناصر کا ذکر کیا ہے، ان کے مطابق اقبال نے ان خطبات کی تیاری سے کچھ عرصے قبل بھی ایک اجلاس کے صدارتی خطبے میں مذہب، سائنس اور فلسفہ کے اتصالی و افتراقی موضوعات کے حوالے سے اظہارِ خیال کیا تھا۔ لہٰذا خطباتِ اقبال میں بھی ان تینوں موضوعات ہی کو بہت سے حوالوں سے دہرایا اور زیرِ بحث لایا گیا ہے اس لیے یہ کہنا بے جا نہیں ہوگا کہ وہ اس سلسلے میں کافی عرصہ سے غور و فکر کرتے رہے تھے۔ اس غور و فکر کے اسباب میں سے ایک کتاب کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے جس کے نتیجے میں انھوں نے ۱۹۲۴ء میں ''اجتہاد فی الاسلام'' تحریر کی تھی۔ پروفیسر ڈاکٹر ایوب صابر کے مطابق:

> ''مارچ ۱۹۲۷ء میں لاہور میں ایک اجلاس کے صدارتی کلمات کے طور پر اقبال نے کہا کہ مذہب، فلسفہ، طبیعات اور دیگر علوم و فنون سب کے سب مختلف راستے ہیں جو ایک ہی منزلِ مقصود پر جا کر ختم ہوتے ہیں۔ مذہب اور سائنس کے تصادم کا خیال اسلامی نہیں کیوں کہ سائنس یعنی علومِ جدیدہ اور فنونِ حاضرہ کے باب

کھولنے والے تو مسلمان ہی ہیں اور اسلام ہی نے انسان کو منطق کا استقرائی طریق سکھایا اور علوم کی بنیاد نظریات اور قیاسات پر رکھنے کے طریق کو مسترد کرنے کی تعلیم دی اور یہی بات علومِ جدیدہ کی پیدائش کا موجب بنی۔'' (۱۰)

خطبات کے حوالے سے فکرِ اقبال کے مآخذ اسلام میں اجتہاد کے تصور سے شروع ہوئے تھے لیکن مسلمانوں کے دیگر عصری مسائل بھی ان کے پیشِ نظر تھے جو وقت کی اہم ضرورت بھی تھے۔ اس حوالے سے اقبال ان خطبات کی ضرورت و اہمیت پر زور دیتے ہوئے دورِ حاضر کے انسان کے طرزِ استدلال کو سامنے رکھ کر خطبات کے دیباچے میں لکھتے ہیں:

"The modern man, by developing habits of concrete thought- habits which Islam itself fostered at least in the earlier stages of its cultural career- has rendered himself less capable of that experience which he further suspects because of its liability to illusion."(11)

یعنی دورِ حاضر کا انسان فکر و فلسفے کے حوالے سے علمی و عقلی لحاظ سے زیادہ منطق پرست ہوتا جارہا ہے۔ درحقیقت تفکر کی یہ نعمت اسلام کی ہی بخشی ہوئی تھی لیکن مسلمانوں نے جیسے ہی اس سے رخ پھیرا وہ جہالت کے قریب تر ہوتے گئے۔ اسی لیے اب صورتِ حال یوں ہے کہ جب تک اس کے فکری مغالطے دور نہ کیے جائیں اور اسے اسلام کی وہ تصویر نہ دکھائی جائے جو دلائلِ عقل کے قریب تر ہے، یہ ممکن نہیں کہ اس کی اس حوالے سے تشنگی کو ختم کیا یا مٹایا جاسکے۔ پروفیسر محمد عثمان نے خطباتِ اقبال کی تفہیم کرتے ہوئے ''فکرِ اسلامی کی تشکیلِ نو'' میں اقبال کے ان خطبات کے محرکات میں اقبال کی اسی فکر کی ترجمانی کی ہے جس کا اس سے قبل ذکر ہو چکا ہے۔ اسی سلسلے میں الطاف احمد اعظمی نے ''خطباتِ اقبال ایک مطالعہ'' میں ان خطبات کے پس منظر پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ دورِ جدید کا انسان زیادہ منطقی ہوتا جارہا تھا اس لیے انھیں اسلامی فکر کی تشکیل کا خیال آیا:

''اقبال کے ذہن میں اسلامی فکر کی تشکیل جدید کا خیال اس وجہ سے بھی آیا کہ عہد جدید کے انسان کی توجہ تصورات سے زیادہ اشیا وحوادث (Concrete Thing) کی حقیقت یعنی اس کے روابط اور قوانین حدوث کی دریافت پر مرکوز ہے۔''(۱۲)

سعید احمد اکبر آبادی نے ان خطبات کے محرکات میں یہ اضافہ کیا ہے کہ علامہ محمد اقبال کا مقصود نئی نسل کو یہ بتانا تھا کہ مغرب کی وہ ترقی جو کہ سائنس اور فلسفے کے میدان میں ہوئی ہے، اگر وہ اسے

سمجھنے کی کوشش کریں اور اسلامی نقطہ نگاہ سے دیکھیں تو یقیناً ان کے لیے علم و یقین کی کئی نئی راہیں سامنے آ سکتی ہیں۔ اس حوالے سے لکھتے ہیں:

> ''خطبات کے واسطے سے اقبال کو نژادِ نو کو یہ بتانا مقصود تھا کہ اگر وہ فکرِ مغرب کی اس ترقی پسند قوت کو اپنے اندر جذب کر لے جو گزشتہ پانچ صدیوں سے فلسفے اور سائنس کے میدان میں ظہور پذیر ہوئی ہے تو اسلام اپنے پیروؤں کے ذوقِ تحقیق میں نئی روح پھونک سکتا ہے۔ کچھ یہی افکار ''خطاب بہ نژادِ نو'' کا موضوع ہیں۔''(۱۳)

علی عباس جلال پوری نے اپنی کتاب ''اقبال کا علمِ کلام'' میں خطبات کے محرکات میں علامہ محمد اقبال کی سائنس اور مذہب کے اتصالی نکات کو یکجا کرنے کی کوشش قرار دیا ہے۔ اس حوالے سے وہ لکھتے ہیں:

> ''اپنے خطبات میں اقبال نے جدید علمی رجحانات و انکشافات کی روشنی میں الٰہیاتِ اسلامیہ کو ازسرِ نو مرتب کرنے کی کوشش کی ہے۔''(۱۴)

اقبال کی نظر میں چونکہ مسلمان دینِ حق سے دور اور بڑھتی مادیت پرستی اور انگریز غلامی کا شکار ہو رہے تھے اس لیے ایک جانب ان کا روحانی خلا بڑھ رہا تھا تو دوسری جانب دنیاوی و مادی طور پر بھی وہ تنزلی کا بھی شکار ہو رہے تھے۔ اس حوالے سے وہ کتاب کے دیباچے میں تحریر کرتے ہیں کہ یہ مسلمانوں کی نہایت اہم اور بنیادی ضرورت ہے کہ ان کے لیے مذہبی فلسفے کی تعبیرِ نو کی جائے تاکہ عہدِ حاضر کے علوم و فنون کی ترقی کے تحت وہ تباہ و برباد نہ ہو جائیں۔ وہ اس کام کے لیے اس وقت کو بھی مناسب ترین سمجھتے تھے۔ ملاحظہ کیجیے:

> "I have tried to meet, even though partially, this urgent demand by attempting to reconstruct Muslim religious philosophy with due regard to the philosophical traditions of Islam and the more recent developments in the various domains of human knowledge."(15)

خطبات کے اغراض و مقاصد کو علامہ محمد اقبال نے احسن اور جامع انداز میں خطبات کے دیباچے میں بیان کیا ہے جس سے اس کے محرکات کا بھی اندازہ ہو جاتا ہے۔ ڈاکٹر محمد آصف اعوان نے بھی ''معارف خطباتِ اقبال'' میں خطبات کے محرکات میں اسی بات کا اعادہ کیا ہے کہ علامہ محمد اقبال کی سوچ کے مطابق چونکہ عہدِ حاضر کا انسان چونکہ ایسے دور کا انسان ہے جس کے لیے حقائق کے معیارات

تبدیل ہو رہے ہیں، وہ مادہ پرست طبقے کی حکمرانی دیکھ رہا ہے، استحصالی قوتیں اسے اپنی جانب کھینچ رہی ہیں اور قدیم فلاسفہ کے خیالات قصہ پارینہ بن چکے ہیں، اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ ایسے حسی معیارات رکھنے والے کے لیے دین کی تفہیم کے سلسلے میں بھی کچھ نہ کچھ حسی مواد ضرور موجود ہونا چاہیے جو اسے عہدِ حاضر کے مسائل کے بارے میں کچھ مثبت اور کچھ بہتر عطا کر سکے اور اس سلسلے کی حقیقت کو جاننے کے بعد وہ اس سے منہ بھی نہ موڑ سکے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''اقبال کہتے ہیں کہ دورِ حاضر میں جدید انسان نے حسی معیارات کے مطابق سوچنے کی عادت پختہ کر لی ہے۔ حسی معیارات کے مطابق سوچنے سے مراد یہ ہے کہ جدید انسان صرف اس چیز پر یقین رکھتا ہے جسے ظاہری حواس میں سے کسی حس کے معیار پر پرکھا اور محسوس کیا جا سکے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ عقیدہ وایمان اور مذہب وغیرہ کی باتیں دورِ حاضر کے انسان کے لیے تا وقت بے معنی اور وہم و گمان ہی رہیں گی جب تک انھیں ظاہری حواس کو اپیل اور متاثر کرنے والے ٹھوس دلائل اور جدید علمی اصطلاحات کے رنگ میں نہ پیش کیا جائے۔'' (۱٦)

سہیل عمر نے خطبات کی تفہیمی کاوش ''خطباتِ اقبال نئے تناظر'' کے عنوان سے کی ہے۔ اس میں وہ فکرِ اقبال کے اسباب ونتائج پر روشنی ڈالتے ہوئے انھی کے اقتباس کو پیش کرتے ہیں جس کے مطابق:

> ''ان لیکچروں کے مخاطب زیادہ تر وہ مسلمان ہیں جو مغربی فلسفہ سے متاثر ہیں اور اس بات کے خواہشمند ہیں کہ فلسفہ اسلام کو فلسفہ جدید کے الفاظ میں بیان کیا جائے اور اگر پرانے تخیلات میں خامیاں ہیں تو ان کو رفع کیا جائے۔''(۱۷)

خطباتِ اقبال کا اردو ترجمہ کرنے والوں میں سے ڈاکٹر وحید عشرت نے بھی ان خطبات کے پس منظر میں موجود عوامل کے پیشِ نظر اسی امر کا اظہار کیا ہے کہ یہ خطبات ایک خاص پس منظر میں لکھے گئے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان خطبات کی اہمیت اس حوالے سے دورِ حاضر میں بھی من وعن ویسی ہی ہے جیسی علامہ محمد اقبال کے دور میں تھی کہ برصغیر کے مسلمانوں کا فکری جمود اب بھی ویسے ہی نظر آتا ہے۔ عام مسائل جو تفرقوں کو جنم دے چکے ہیں، اس کی وجہ بھی فکر وعمل سے دوری ہے۔ یہی دوری انھیں اسلام کی روح سے بھی دور کر رہی ہے۔ مغرب کی اسلام دشمنی پر مبنی سازشیں بھی اسی طرح جاری ہیں اور مغرب سے متاثر ہونے والوں کی تعداد میں بھی کمی نظر نہیں آتی۔ اسی ضمن میں ڈاکٹر وحید عشرت لکھتے ہیں:

> ''خطبات کے ضمن میں یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ یہ ایک خاص صورتِ حال میں لکھے گئے ہیں۔ یہ وہ دور تھا جس وقت مغربی تہذیب وتمدن عالمِ اسلام پر پوری قوت سے حملہ آور تھا۔ مذہب کو یا تو نجی زندگی کا مسئلہ بنا دیا گیا تھا یا اسے

مارکسی انداز میں افیون قرار دیا جارہا تھا جو بالا دست طبقے، زیر دست طبقوں کو چٹاتے رہتے ہیں کہ وہ سوئے رہیں اور اپنے حقوق کا مطالبہ نہ کریں یا فرائڈ کے الفاظ میں یہ کمزور کا فلسفہ تھا جو ایک آسمانی باپ کے تصور کے تحت وضع کیا گیا تھا تا کہ قدرت کی بے رحم قوتوں کے بالمقابل اس کے تحفظ کا تصور پیش کرے۔'' (۱۸)

یوں خطباتِ اقبال کے محرکات اور پس منظر کا جائزہ لیا جائے تو یہ سمجھنا ہرگز مشکل نہیں رہتا کہ ایک سمت میں ان کے سامنے مسلمانوں کی ذہنی و جسمانی غلامی تھی، دوسری سمت میں علم سے دوری، تیسری سمت میں اجماعِ امت اور عہدِ حاضر میں اجتہاد کے مسائل اور چوتھی سمت میں فلسفہ اور کائنات سے متعلق بدلتے وہ سائنسی نظریات جنھوں نے کئی قدیم نظریات کو متزلزل کر دیا تھا۔ یہ حالات خطباتِ اقبال کے لیے محرکات بھی ثابت ہوئے اور فکر کی تشکیلِ نو کے اسباب بھی۔

حوالہ جات

۱۔ نذیر نیازی، سید، مترجم: تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ، لاہور: بزمِ اقبال، ۲۰۱۲ء، ص: ۱۷

۲۔ سمیع اللہ قریشی، پروفیسر، موضوعاتِ فکرِ اقبال، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ۱۹۹۶ء، ص: ۷

۳۔ محمد طاہر فاروقی، سیرت اقبال، لاہور: قومی کتب خانہ، ریلوے روڈ، ۱۹۶۶ء، ص: ۲۵

۴۔ الف۔ د۔ نسیم، اقبال اور مسئلہ وحدۃ الوجود، لاہور: بزم اقبال، ۱۹۹۲ء، ص: ۱۳۸

۵۔ محمد عبدالسلام خاں، افکارِ اقبال، نئی دہلی: مکتبہ جامعہ، قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، ۲۰۱۱ء، ص: ۱۲۵

۶۔ سمیع اللہ قریشی، پروفیسر، موضوعاتِ فکرِ اقبال، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ص: ۱۳

۷۔ زاہد منیر، ڈاکٹر، تصدیر، مشمولہ: مذہبی تجربے کے انکشافات کی فلسفیانہ پرکھ، از ڈاکٹر محمد آصف اعوان، فیصل آباد: مثال پبلشرز، ۲۰۱۶ء، ص: ۷

۸۔ عبدالسلام ندوی، اقبالِ کامل، اعظم گڑھ یوپی: دارالمصنفین شبلی اکیڈمی، ۲۰۰۹ء، ص: ۲۸

۹۔ عبدالجبار شاکر، پروفیسر، حرفِ اول، مشمولہ: معارف خطباتِ اقبال، از ڈاکٹر محمد آصف اعوان، لاہور: نشریات، ۲۰۰۹ء، ص: ۱۸

۱۰۔ ایوب صابر، پروفیسر، ڈاکٹر، اقبال کے فہمِ اسلام پر اعتراضات: ایک مطالعہ، لاہور: اقبال اکادمی، ۲۰۱۶ء، ص: ۵۲

11. Muhammad Iqbal, Dr., The Reconstruction of Religious Thought in Islam, Lahore: Iqbal Academy Pakistan, 2011, Preface, P-15

۱۲۔ الطاف احمد اعظمی، خطباتِ اقبال ایک مطالعہ، لاہور: دارالتذکیر، ۲۰۰۵ء، ص: ۷

۱۳۔ سعید احمد اکبر آبادی، خطباتِ اقبال پر ایک نظر، سری نگر: اقبال انسٹی ٹیوٹ، کشمیر یونیورسٹی، ۱۹۸۳ء، ص: ۱۸

۱۴۔ علی عباس جلال پوری، اقبال کا علمِ کلام، لاہور: تخلیقات، ۱۹۷۱ء، ص: ۱۲

15. Muhammad Iqbal, Dr., The Reconstruction of Religious Thought in Islam, P-15

۱۶۔ محمد آصف اعوان، ڈاکٹر، معارف خطباتِ اقبال، لاہور: نشریات، ۲۰۰۹ء، ص:۸

۱۷۔ محمد سہیل عمر، خطباتِ اقبال نئے تناظر میں، لاہور: اقبال اکادمی، ۲۰۰۸ء، ص:۱۰

۱۸۔ وحید عشرت، ڈاکٹر، دیباچہ مشمولہ: اقبال کا تیسرا خطبہ۔ تحقیقی وتوضیحی مطالعہ، از ڈاکٹر محمد آصف اعوان، لاہور: بزمِ اقبال، ۲۰۱۰ء، ص:۱۷

☆......☆......☆